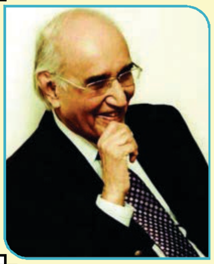

مشتاق احمد یوسفی

پیدائش: ۱۹۲۳ء

وفات: ۲۰۱۸ء

تصانیف: چراغ تلے، خاکم بدہن، آبِ گم

کِرکِٹ

حاصلاتِ تعلّم: اس سبق کی تدریس کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ: ۱- نسبتاً طویل بات درمیان سے سن کر اور سیاق وسباق سمجھ کر موضوع بیان کر سکیں۔ ۲- گفتگو یا عبارت سن کر سنجیدہ/ مزاحیہ / طنزیہ پہلوؤں کی تفہیم کر سکیں۔ ۳- کسی علمی و ادبی تقریب کی کیفیات اور تاثرات بیان کر سکیں۔

مرزا عبدالودود بیگ کا دعویٰ کچھ ایسا غلط معلوم نہیں ہوتا کہ کِرکِٹ بڑی تیزی سے ہمارا قومی کھیل بنتا جا رہا ہے۔ ہم آج تک کرکٹ نہیں کھیلے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمیں اس کی بُرائی کرنے کا حق نہیں۔

یُوں تو آج کل ہر وہ بات جس میں ہارنے کا امکان زیادہ ہو کھیل سمجھی جاتی ہے۔ تاہم کھیل اور کام میں جو بین فرق ہماری سمجھ میں آیا، یہ ہے کہ کھیل کا مقصد خالصۃً تفریح ہے۔

کرکٹ سے ہماری دل بستگی ایک پرانا واقعہ ہے، جس پر آج سو سال بعد تعجب یا تأسف کا اظہار کرنا اپنی ناواقفیت عامہ کا ثبوت دینا ہے۔ سر سید احمد خاں نے بھی انگریزی تعلیم و تمدّن کے ساتھ ساتھ کرکٹ کو اپنانے کی کوشش کی۔ روایت ہے کہ جب علی گڑھ کالج کے لڑکے میچ کھیلتے تو سر سیّد میدان کے کنارے جانماز بچھا کر بیٹھ جاتے۔ لڑکوں کا کھیل دیکھتے اور رو رو کر دعا مانگتے:

"الٰہی میرے بچّوں کی لاج تیرے ہاتھ ہے۔"

کِرکِٹ انگریزوں کے لیے مشغلہ نہیں، مشن ہے۔ ہمارے ہاں کرکٹ مشغلہ ہے نہ مشن، اچّھی خاصی تعزیری مشقت ہے، جس میں کام سے زیادہ عرق ریزی کرنا پڑتی ہے۔ اب اگر کوئی سر پھرا منہ مانگی اُجرت دے کر بھی اپنے مزدوروں سے ایسے موسمی حالات میں یوں کام کرائے تو پہلے ہی دن اس کا چالان ہو جائے۔ ہمارے ہاتھوں جس طرح ہلکا پھلکا کھیل ترقی کر کے کام میں تبدیل ہو گیا وہ اس کے موجدین کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو گا۔ غالبؔ نے شاید ایسی ہی کسی

صورت حال سے متاثر ہو کر کہا تھا کہ ہم مغل بچے بھی غضب کے ہوتے ہیں، جس پر مرتے ہیں اس کو مار رکھتے ہیں۔

کرِکٹ کے رسیا ہم جیسے ناآشنائے فن کو لاجواب کرنے کے لیے اکثر کہتے ہیں:

"میاں! تم کرِکٹ کی باریکیوں کو کیا جانو؟ کرکٹ اب کھیل نہیں رہا، سائنس بن گیا ہے، سائنس!"

ایک دفعہ کرکٹ پر نکتہ چینی کرتے ہوئے ہم نے مرزا سے کہا کہ کھیلوں میں وہی کھیل افضل ہے جس میں دماغ پر کم سے کم زور پڑے۔

ترقی یافتہ ممالک میں رجحان عام ہے کہ تعلیم نہایت آسان اور تفریح روز بہ روز مشکل ہوتی جاتی ہے۔ تعلیم کو بالکل آسان اور عام کر دیا ہے لیکن کھیل دن بہ دِن گراں اور پیچیدہ ہوتے جا رہے ہیں۔ الہٰذا بعض غَبی لڑکے کھیل سے جِی چُرا کر تعلیم کی طرف زیادہ توجہ دینے لگے ہیں۔

کسی اعتدال پسند دانا کا قول ہے، "کھیل کے وقت کھیل اور کام کے وقت کام اچھا۔" اگر ہم یہ کہیں کہ ہمیں اس زرّیں اصول سے سراسر اختلاف ہے تو اس کو یہ معنی نہ پہنائے جائیں کہ خدانہ خواستہ ہم شام و سحر، آٹھوں پہر کام کرنے کے حق میں ہیں۔ سچ پوچھیے تو ہم اپنا شمار ان نارمل افراد میں کرتے ہیں جن کو کھیل کے وقت کھیل اور کام کے وقت بھی کھیل ہی اچھّا لگتا ہے اور جب کھل کے باتیں ہو رہی ہیں تو یہ عرض کرنے کی اجازت دیجیے کہ فی الواقع کام ہی کے وقت کھیل کا صحیح لطف آتا ہے۔

اب ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں اور آنکھوں دیکھا حال سناتے ہیں۔

ٹیسٹ میچ کے ہنگامہ پرور زمانے کا ذکر ہے۔ شہر کی آبادی دو حصوں میں بٹ گئی تھی۔ ایک حصہ کہ:

"جس میں کاہل بھی ہیں، غافل بھی ہیں، ہشیار بھی ہیں"

اپنے اپنے گھروں میں بیٹھا ریڈیو کمنٹری سُن رہا تھا۔ دُوسرا اُن سفید پوشوں پر مشتمل تھا، جو عزّت کی خاطر اپنی اپنی چھتوں پر خالی ایریل لگا کر خود ہوٹلوں اور پان کی دکانوں کے سامنے کھڑے کمنٹری سن رہے تھے۔ پاکستان ایک میچ جیت چکا تھا اور کرکٹ کے خلاف ایک لفظ بھی منھ سے نکالنا غداری کے مترادف تھا۔ مرزا کرِکٹ کو اپنے آپ پر طاری کر کے کہنے لگے،

"یہ کھیلوں کا بادشاہ ہے۔"

ہماری جو شامت آئی تو بول اُٹھے، "مرزا! کرِکٹ رئیسوں کا کھیل ہے۔"

"ایسا مہنگا اور پیچیدہ کھیل جس کا میچ مسلسل پانچ دن گھسٹتا رہے اور جسے ہمارے غریب عوام نہ کھیل سکیں اور نہ دیکھ پائیں، ہرگز لائقِ التفات نہیں۔" ہم نے دُکھتی ہوئی رگ پکڑی۔

”پھر کون سا کھیل لائق التفات ہے، حضور؟“ مرزا نے چڑاؤنے انداز میں پوچھا۔

”اس سے بہتر تو بیس بال رہے گی۔“ ہم نے کہا۔

”بات ایک ہی ہے، آدھا بیٹ ٹوٹ جانے کے بعد بھی کرکٹ جاری رہے تو اسے بیس بال کہتے ہیں۔ کسی اور کھیل کا نام لو۔“ مرزا نے کہا۔

”ٹینس۔“ ہمارے منھ سے بے ساختہ نکلا۔

”اگر تم نے کبھی ٹینس میچ میں گیند کے ساتھ سیکڑوں تماشائیوں کی گردنیں ایک ساتھ پنڈولم کی طرح دائیں بائیں گھومتی دیکھی ہیں تو بہ خدا تمھیں اس کھیل ہی سے نفرت ہو جائے گی۔“ مرزا نے کہا۔

”اس کے یہ معنی ہوئے کہ تمھیں ٹینس دیکھنے پر اعتراض ہے۔ مت دیکھو، مگر کھیلنے میں کیا حرج ہے؟“

”جی نہیں! یورپ میں ٹینس بیمار مردوں اور تن دُرست عورتوں کا کھیل ہے۔

صاحب! اچھے کھیل کی خوبی یہ ہے کہ

کچھ ہاتھ ہلیں، کچھ پاؤں ہلیں، اُچھلیں بازو، پھڑکے سب تن۔“

مرزا نے ایکاایکی ہمارے مقابلے پر نظیر اکبرآبادی کو لا کھڑا کیا، جن سے نبٹنا فی الجملہ ہمارے لیے مشکل تھا۔

”چلو ہاکی سہی۔“ ہم نے سمجھوتے کے انداز میں کہا۔

”چھی! ہماری یہ بڑی کم زوری ہے کہ اپنی ٹیم کسی کھیل میں جیت جائے تو اسے قومی کھیل سمجھنے لگتے ہیں اور اس وقت تک سمجھتے رہتے ہیں جب تک کہ ٹیم دوسرا میچ ہار نہ جائے۔“ مرزا نے فتویٰ دیا۔

”تمھیں پسند نہ آئے، یہ اور بات ہے۔ مگر کراچی میں ہاکی کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اگر کہیں دوستانہ میچ بھی ہو رہا ہو تو خلقت اس بُری طرح ٹوٹتی ہے کہ فیلڈ تک میں کھیلنے کی جگہ نہیں رہتی۔“ ہم نے کہا۔

”خدا آباد رکھے، کراچی کا کیا کہنا! کوئی شخص راہ چلتے یوں ہی پان کی پیک تھُوک دے اور پھر اس کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگے تو دو منٹ میں ٹھَٹ کے ٹھَٹ لگ جائیں اور سارا ٹریفک رُک جائے۔ یاد رکھو! تماشے میں جان تماشائی کی تالی سے پڑتی ہے، نہ کہ مداری کی ڈُگڈُگی سے!“ مرزا نے بات کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔

”فٹ بال کیسی رہے گی؟“ ہم نے عاجز آ کر آخر اُنھی سے پوچھا۔

مرزا کہنے لگے: ”کرکٹ اشراف کھیلتے ہیں، فُٹ بال دیہاتیوں کا کھیل ہے۔“

(ماخوذ از: چراغ تلے)

مشق

سوال ۱: درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

(الف) سر سیّد احمد خان کے متعلق کون سی روایت مشہور تھی؟

(ب) کسی دانا کا کرکٹ کے بارے میں قول بتائیے۔

(ج) اچھے کھیل کی کیا خوبی ہے؟

(د) اس سبق میں کتنے کھیلوں کا ذکر کیا گیا ہے؟

(ہ) ''تماشے میں جان تماشائیوں کی تالی سے پڑتی ہے نہ کہ مداری کی ڈگڈگی سے''اس اقتباس کو اپنے لفظوں میں تحریر کیجیے۔

سوال ۲: اس سبق کا خلاصہ تحریر کیجیے۔

سوال ۳: دُرست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے:

۱۔ کرکٹ بہت تیزی سے ہمارا کھیل بنتا جا رہا ہے:

(الف) بین الاقوامی (ب) صوبائی

(ج) قومی (د) علاقائی

۲۔ کرکٹ انگریزوں کے لیے ہے:

(الف) مشغلہ (ب) ولولہ

(ج) تفریح (د) مشن

۳۔ ٹیسٹ میچ کے دوران آبادی بٹ گئی:

(الف) دو حصّوں میں (ب) تین حصّوں میں

(ج) چار حصّوں میں (د) پانچ حصّوں میں

۴- کرکٹ میں جان پڑتی ہے:

(الف) عمدہ میدان سے
(ب) اچھے کھلاڑیوں سے
(ج) عمدہ بالنگ سے
(د) تماشائیوں کی تالیوں سے

۵- ہم قومی کھیل اس کھیل کو سمجھتے ہیں:

(الف) جس میں دماغ پر کم سے کم زور پڑے
(ب) جسے رئیس لوگ کھیلیں
(ج) جس میں محنت زیادہ ہو
(د) جس میں جیتتے رہیں

سرگرمیاں

۱- طلبہ کمرۂ جماعت میں کوئی مختصر تحریر سن کر موضوع کا تعین کریں گے۔

۲- طلبہ اپنی پسندیدہ تحریروں سے سنجیدہ/ مزاحیہ / طنزیہ جملے نوٹ کرکے دوستوں کے سامنے پیش کریں گے۔

۳-طلبہ کسی ایسی علمی وادبی تقریب کا حال بیان کریں گے جس میں وہ خود شریک ہوئے ہوں۔

برائے اساتذہ

طلبہ کو مثالیں دے کر سنجیدہ/ مزاحیہ / طنزیہ گفتگو یا تحریر کا فرق سمجھائیے۔